بین المسالک ہم آہنگی کے رہنما اصول: قرآن و سنت کی روشنی میں

احمد رضا*

قوموں کی سربلندی اور سرفرازی کی اساس اتحاد و اتفاق ہے۔وہ قومیں دنیاوی نظام حیات میں روندی جاتی ہیں جو اتحاد واتفاق جیسی نعمت کی ناقدری کرتی ہیں ۔ایسی قوموں کی تمام خوبیاں اور صلاحیتیں مسدود اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ان کے عالی معتقدات و نظریات اور ان کا درخشاں ماضی قصہ پارینہ بن کر مسخ ہو جاتا ہے اور دنیا میں ذلت و خواری ان کا مقدر بن جاتی ہے۔اسی تناظر میں امت مسلمہ کے افتراق و انتشار کے اسباب و محرکات کا جائزہ لیں تو یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ اس افتراق وانتشار کے بڑے اسباب میں مسلم سیاسی قیادت کی کوتاہ نظری اور حکومت و اقتدار کی حرص، عالمی سامراجی طاقتوں کی سازش، مقتدر مذہبی قیادت کی بے توجہی اور مذہبی طبقات کا باہمی بغض وعناد شامل ہے۔یہ حقیت ہے کہ قوموں کے اتحاد و اتفاق میں دراڑ ڈالنے والا ایک اہم عنصر باہمی بغض و عناد ہے جس کے باعث قوم گروہوں میں تقسیم در تقسیم ہوتی جاتی ہے۔اس حقیقت کی نقاب کشائی قرآن مجید نے ان کلمات میں کی ہے:

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (۱)

"اور وہ لوگ علم آجانے کے باوجود گروہوں میں بٹ گئے محض اپنے باہمی بغض کی وجہ سے"

دور حاضر میں امت مسلمہ قرآن و سنت کے علمی وروحانی انوار کے باوجود چند فکری اختلافات اور باہمی حسد کی بنا پر برے طریقہ سے فرقہ واریت کا شکار ہو چکی ہے حالانکہ یہ روش تو یہود و نصاریٰ کی تھی اور مسلمانوں کو اس روش سے بچنے کی حکیمانہ نصیحت تو باری تعالیٰ نے یوں فرمائی تھی:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ (۲)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو باہم مختلف ہو کر فرقوں میں بٹ گے اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح ہدایت آچکی تھی"

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکرِ اسلامی تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ہدایات ربانی کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمودات و اسوہ حسنہ سے اہلِ ایمان کو باہم متحد و مجتمع رہنے کی عظیم تعلیمات عطا کیں جن پر عمل کرکے یہ امت فرقہ واریت سے نجات پا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاو۔ اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے (۳)۔

شائستہ انداز میں نظری و فکری اختلاف اہل علم کے مابین قدیم وقتوں سے رہا ہے لیکن گزشتہ صدی سے مسلمانوں میں اس بابت شدت پسندی کا رجحان خوفناک حد تک بڑھا ہے۔ فرقہ واریت عام ہوئی ہے اور قتل و غارت کا میدان گرم ہوا ہے۔ اسلام دشمن عالمی سامراج مسلم امہ کو رنگ، نسل، زبان اور وطنیت کے نام پر تقسیم کرنے، مسلمانوں کو فرقہ واریت میں مبتلا رکھنے اور ان کی وحدت پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ مسلم ممالک داخلی طور پر اس جیسے بے شمار مسائل کا شکار ہیں اور خارجی طور پر اسلام دشمن قوتیں انھیں کسی نہ کسی طرح باہم جنگ و جدال میں مصروف رکھ کر نہتے مسلمانوں کا قتل عام کرا رہی ہیں اور ان کی معیشت کو بدحال کر کے انھیں مفلس و مقروض کرنے کے درپے آزار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان فرقہ پرستی کو ترک کر کے اپنی عالمگیر اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کریں اور اسلامی بھائی چارہ کو فروغ دیں۔ زیر نظر مقالہ میں اسی بات کو اجاگر کیا گیا ہے اور بین المسالک ہم آہنگی کے رہنما اصول قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ مقالہ کے اختتام پر امت مسلمہ کے درمیان بین المسالک ہم آہنگی کے فروغ کے لیے قابلِ عمل تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

فرقہ پرستی کے اسباب و محرکات

امت مسلمہ کے مابین فرقہ پرستی کے چند بنیادی اسباب و محرکات ذیل سطور میں تحریر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

بنیادی اسلامی عقائد و اصول پر بحث و تحیث

اسلام کے بنیادی عقائد و اصول جن کا تعلق ایمانیات سے ہے ان پر بے جا بحث و تمحیث اور مناظرے فرقہ پرستی کا سب سے بڑا سبب ہیں۔ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں ان بنیادی عقائد

توحید، رسالت، ختم نبوت، الہامی کتب، ملائکہ، قیامت، تقدیر اور حشر و نشر وغیرہ کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی اس بابت لکھتے ہیں:

اصولِ دین اور عقائد میں بغض و حسد کی وجہ سے اختلاف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سیدِ عالم ﷺ تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے عقائد واحد تھے۔ الوہیت، توحید، فرشتے، آسمانی کتب، نبوت و رسالت، تقدیر، اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا واجب ہونا اور اسکی ناشکری کا حرام ہونا، وحی سے حاصل شدہ احکام پر عمل کرنے کا وجوب، مرنے کے بعد جی اٹھنا اور سزا کو ماننا، یہ وہ عقائد ہیں جن کو اصولِ دین کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی ﷺ تک کسی نبی کے دور میں ان میں اختلاف جائز نہیں رہا۔ کیونکہ حق بات صرف ایک ہی ہوتی ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہوتا(۴)

امت کے تمام مسالک و مکاتب فکر اِن عقائد و اصول پر متفق تو ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فروعی مسائل کی تعبیر و تشریح میں اختلاف اور افراط و تفریط کا معاملہ پایا جاتا ہے۔ بنیادی اور اصولی مسائل میں فروعی مسائل کی لایعنی بحث چھیڑ کر فرقہ واریت کو ہوا دی جاتی ہے اور امت کے اتحاد کو شعوری یا لاشعوری طور پر نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

آداب و فضائلِ رسالت مآب ﷺ پر بحث و تمحیث

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ انبیائے کرام ہیں اور انبیائے کرام میں اعلیٰ ترین ذاتِ بابرکات حضورِ اقدس رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امام الانبیا اور خاتم الانبیا کا منصب عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر آپ ﷺ کا ادب و احترام لازم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ اپنی ذات وصفات میں بے مثل و بے مثال اور نمونہ کامل ہیں۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ ﷺ تا قیامت تمام انسانیت کے لیے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ مومنوں کی جانوں کے مالک ہیں۔ آپ ﷺ صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے والے ہیں۔ قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز ہو کر گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ دنیا کا کوئی انسان بھی آپ ﷺ کا ہم پلہ تھا، نہ ہے اور نہ ہی ہو گا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور ان کی برابری دنیا کی کوئی خاتون نہیں کر سکتی۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان مسلمہ قطعی حقیقتوں کو جاننے کے باوجود آپ ﷺ کی ذات وصفات اور کمالات کو بیجا طور پر بحث و تمحیث اور مناظرہ کا موضوع بنایا گیا جس کے سبب امت میں انتشار پیدا ہوا اور فرقہ واریت میں اضافہ ہوا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ غیر مسلم اقوام کے سامنے اپنے نبی ﷺ کی عظمت و رفعت کو کما حقہ بیان کیا جاتا اور انہیں اسلام و صاحبِ اسلام ﷺ کی طرف مائل کر کے اسلامی قوت میں اضافہ کیا جاتا لیکن افسوس صد افسوس معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری امت کے اس افسوس ناک رویے کی وجہ سے ہونے والے ناقابلِ تلافی نقصان کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ذاتِ پاکِ مصطفی ﷺ کے فضائل و کمالات پر جب بحث ہونے لگے اور مناظروں کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو اب وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں اکٹھا رکھ سکتی ہے (۵)۔

گویا چند لوگوں نے اپنے محدود مسلکی و گروہی نظریات کو ثابت کرنے اور مناظرانہ طرز عمل کو فروغ دینے کی خاطر آپ ﷺ کی ذات وصفات کو موضوعِ بحث بنایا اور امت کا شیرازہ بکھیر دیا۔

آداب و فضائلِ صحابہ و اہلِ بیت پر بحث و تمحیث

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب و اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت اور اخروی کامیابی کی بشارت قرآنِ مجید میں یوں بیان ہوئی ہے:

جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ(٦)

"ان کی جزا ان کے رب کے پاس عدن کے باغات ہیں جن نیچے دریا بہتے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"

صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت کے فضائل کا تذکرہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیثِ طیبہ میں موجود ہے۔ مگر افسوس کہ مسلکی اور فرقہ وارانہ منافرت کی وجہ سے ان مقدس ہستیوں پر بھی بحث و تمحیث کی جاتی ہے حالانکہ آپ ﷺ نے امت کو اپنے صحابہ و اہلبیت کی محبت کا درس دیا تھا اور ان سے بغض و عناد پر وعید سنائی تھی۔ صحابہ کرام کے احترام کی بابت فرمانِ مصطفی ﷺ ہے: میرے صحابہ کے

متعلق اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا(۷)۔

اہل بیت کے احترام کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے: میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہاہوں۔ پہلی کتاب اللہ ہے اور دوسری میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتاہوں۔ یہ کلمات آپ ﷺ نے تین بار بیان فرمائے(۸)۔

بغض وعنادِ باہمی

اتحاد امت واتفاق ملت اسلامیہ میں دراڑ کا ایک اہم سبب بغض و عنادِ باہمی ہے۔ فرقہ پرستی میں مبتلا افراد حسد کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حسد کی وجہ سے ان کی قبولِ حق کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔ بغض وحسد کی آگ میں جلنے والے افراد نہ تو حق کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ اس بات کا احساس بھی نہیں کرتے کہ وہ اپنے عمل سے امت میں تفریق ڈالنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہیں۔ حالانکہ انہی میں سے اکثر لوگ حق جاننے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرقہ پرستوں کے ایسے طرز عمل کی بابت فرمایا:

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ(۹)

"وہ علم آجانے کے بعد محض اپنے باہمی بغض وعناد کی وجہ سے فرقوں میں بٹ گئے"

اللہ تعالیٰ کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ فرقہ پرست جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ بغض کی وجہ سے امت میں اختلاف وانتشار پھیلاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہریؒ راقم ہیں: لوگوں کا راہ حق سے انحراف اور الگ الگ فرقوں کا معرض وجود میں آجانا یہ محض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اکثر وبیشتر اس انتشار وافتراق کا باعث ان کا حسد، عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے۔ وہ اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لیے اپنی الگ پارٹی بناتے ہیں اور اس طرح ملت کی وحدت میں نقب لگانے کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس راہ کو وہ چھوڑ رہے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے۔ اور جو راستہ وہ اپنا رہے ہیں وہ ان کو اپنی منزل سے دور پھینک دے گا۔ لیکن اپنی ذاتی اغراض اور اپنی دنیوی مصلحتیں انھیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ آیت میں مذکور بغیا بینھم کے الفاظ ہم سب کے لیے بڑے توجہ طلب ہیں(۱۰)۔

یہ حقیقت ہے کہ حسد و عناد کے سبب ہی امت کی وحدت پارہ پارہ ہوئی ہے۔ بغیا بینھمکے الفاظ میں تاریخ انسانی کے بہت بڑے المیے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ المیہ یہ ہے کہ وہ کتاب جو اتحاد پیدا کرنے کے لیے نازل کی گئی تھی اس کو جاننے اور سمجھنے والوں نے اسی کتاب کے ذریعے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کا اختلافِ باہمی اور فرقہ بندی حسن نیت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ حسد، عناد اور سرکشی کا جذبہ تھا جس نے ملت کی وحدت کو بکھیر کر رکھ دیا۔

نجی مفادات

ملی وحدت کو پارہ کرنے والا ایک اہم عنصر خود غرض لوگوں کی مفاد پرستی ہے۔ اس طبیعت کے حامل لوگ نجی مفادات کو دینی اور قومی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اپنے سطحی مفادات کے حصول کی خاطر امت سے اپنی راہیں جدا کر لیتے ہیں اور حق قبول کرنے سے عاری ہوتے ہیں۔ وہ صرف اپنے مخصوص نظریات ہی کی پاسبانی کرتے ہیں اور انہی پر ہی مسرور رہتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (۱۱)

"انہوں نے اپنی دینی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر گروہ اپنے نظریات پر خوش ہے"

پیر کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں: انسانی اتحاد کی اس مخلصانہ دعوت کی طرف ان لوگوں نے توجہ نہ دی اور اپنی ذاتی، قبائلی ور ملکی محدود مفادات اور مصلحتوں پر انسانی اتحاد کو قربان کر دیا۔ اس طرح ایک آدم کی اولاد اور ایک دین کے پیروکار مختلف گروہوں میں بٹ کر رہ گئے اور ہر گروہ نے اپنے نظریات کو ہی حق یقین کر لیا(۱۲)۔

اگر قوم کا ہر فرد اپنے نجی مفادات کی خاطر اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈال دے، اپنی خواہشات کو ترجیح دے اور اپنی خود ساختہ رائے کو صائب اور واجب قرار دے تو اتحادِ ملت بر قرار نہیں رہتا۔ اس طرح قوم بٹ جاتی ہے اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔ چناچہ امتِ مسلمہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ چند مفاد پرستوں نے اپنے مخصوص مفادات کے حصول کی خاطر امت کے اجتماعی مفاد کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا اور امت کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

اخلاص و عملِ صالح کا فقدان

امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کو افتراق میں بدلنے والوں میں نہ تو اخلاص ہوتا ہے اور نہ ہی صالح عمل۔ وہ اپنے مخصوص نظریات کو حق سمجھ کر ان کی نشر و اشاعت کے خواہاں ہوتے ہیں اور ان کا عمل ان مخصوص نظریات کا موئید ہوتا ہے۔ چناچہ وہ امت کی متفقہ جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنا جداگانہ گروہ بنا لیتے ہیں اور اس پر انہیں ندامت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو قرآنی اصطلاح میں المغضوب اور الضالین (۱۳) کہا گیا ہے۔ المغضوب سے مراد اخلاصِ نیت سے خالی لوگ ہیں اور الضالین سے مراد عمل صالح سے عاری لوگ ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق حسنِ نیت اور حسنِ عمل دینِ اسلام کی خصوصیات ہیں۔ ہمارے مشاہدہ و تجربہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں اخلاص تو ہوتا ہے لیکن وہ حسنِ عمل یعنی اتباعِ شریعت سے تہی دست ہوتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں سمجھتے ہیں کہ نیک نیتی کے ساتھ جو بھی عمل کر لیں وہ درست ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید واضح طور پر یہ بیان کرتا ہے کہ عمل کی درستی کی سند صرف اتباعِ رسول ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

دشمنانِ اسلام کی سازشیں

تاریخ گواہ ہے کہ سقوطِ سلطنتِ عثمانیہ کے وقت عالمی سامراج مسلم امہ کو رنگ، نسل، زبان اور وطنیت کے نام پر تقسیم کرنے اور اسکی وحدت پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمہ پر خطۂ عرب میں ناجائز طور پر غاصبانہ قبضہ کرتے ہوئے اسرائیل قائم کر دیا گیا۔ اس سامراج نے امت مسلمہ میں مزید انتشار پھیلانے کی سازش کرتے ہوئے مسلمانوں کو فرقہ واریت میں مبتلا رکھنے اور اسے فروغ دینے کی بھرپور کوشش جاری رکھی، جسمیں وہ آج تک کامیاب ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اغیار کی پیدا کردہ اس باہمی فرقہ بندی اور مسلکی اختلاف نے لاکھوں معصوم جانیں نگل لیں اور صد افسوس کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اتحاد بین المسالک کے رہنما اصول: قرآن و سنت کی روشنی میں

قرآن مجید اور تعلیمات نبوی ﷺ سے یہ امر ثابت و متحقق ہے کہ ملت کا اتحاد و اتفاق اسکے استحکام کی ضمانت ہے۔ خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں فرمانِ رحمان إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

إِخْوَةٌ(۱۴) کی روشنی میں امت کو متحد رکھا اور ہمیشہ مسلمانوں کو باہم متحد و متفق رہنے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا(۱۵)

"مومن مومن کے لیے دیوار کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوطی سے ملائے رکھتا ہے"

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو باہم جھگڑنے اور بے امنی پیدا نہ کرنے کی تلقین یوں فرمائی:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده (۱۶)

"مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں"

ذیل سطور میں اتحاد بین المسالک کے رہنما اصول قرآن و سنت کی روشنی میں پیش ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

بنیادی اسلامی عقائد و اصول کی پاسداری

اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، ختم نبوت، الہامی کتب، ملائکہ، قیامت، تقدیر اور حشر و نشر وغیرہ ہیں جن کی آسان اور جامع تفہیم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے کر دی ہے جن پر امت کے تمام مسالک و مکاتب فکر متفق ہیں۔ البتہ فروعی مسائل کی تعبیر و تشریح میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق بنیادی عقائد و اصول میں اختلاف منع ہے۔ البتہ فروعی مسائل میں اختلاف جائز ہے اور فروعی مسائل میں علمی و فکری اختلاف ایسا ہو جو امت کے لیے رحمت کا باعث ہو۔ کسی پر فکری جبر مسلط کرنا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، اس لیے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی اختلاف اور تفریق پیدا ہوتی ہے۔ چناچہا تحاد بین المسالک کا اہم و رہنما اصول یہ ہے کہ بنیادی عقائد و اصول میں اتفاق قائم رکھا جائے اور فروعی مسائل میں علمی و فکری اختلاف کو کم سے کم کیا جائے تا کہ امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (۱۷)

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو"

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ احکامِ قرآن و سنت پر بلا تردد عمل کیا جائے۔ جن کاموں سے شریعت نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔ نفسانی خواہشات اوراس کے تقاضوں کو شریعت کے تابع کیا جائے۔ بصورت دیگر اعمالِ صالحہ بھی باطل ہو جانے کا خدشہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (۱۸)

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو"

علامہ غلام رسول سعیدیؒ اس آیت کی تفسیر میں راقم ہیں: تم رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کی تعظیم کو برقرار رکھنا۔ اگر کسی موقع پر تم سے تعظیمِ رسول ﷺ میں فرق آگیا تو تمھارے اعمال باطل ہو جائیں گے (۱۹)۔

اتحاد بین المسالک کا اہم ور ہنما اصول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کمی و کوتاہی نہ کی جائے اور عوام میں اس کا شعور پیدا کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت واتباع

رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کی اصل اور اس کا تقاضا ہے۔ آپ ﷺ کا محبِ اول وآخر اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آپ ﷺ کی محبت، اطاعت، اتباع اور ادب و تعظیم کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۲۰)

آپ ﷺ فرما دیجیے اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اتباع و اطاعت رسالت مآب ﷺ کے متعلق جو حکم قرآن نے ہم کو دیا ہے اس کی تعمیل کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے افعال کو بالکل اسی طرح ادا کریں جیسے حضور ﷺ نے ادا فرمائے۔ اور صرف اس لیے ادا کریں کہ یہ افعال اس ذاتِ اطہر واقدس سے ظہور پذیر ہوئے جو جمال و کمال کا وہ پیکر ہے جس سے حسین تر اور جمیل تر چیز کا تصور تک ممکن نہیں (۲۱)۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ان کے نزدیک آپ ﷺ کی محبت ہر محبت پر غالب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تکلیف انہیں تکلیف دیتی تھی اور آپ ﷺ کا دشمن ان کا دشمن تھا۔ علامہ شہاب الدین خفاجیؒ صحابہ کرام میں محبت رسول ﷺ کی بابت لکھتے ہیں: غزوہ بدر میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ اپنے بیٹے کے خلاف صف آرا تھے، سیدنا عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا اور سیدنا علیؓ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کیا(۲۲)۔

قاضی عیاضؒ راقم ہیں: سیدنا زید بن دثنہؓ کو شہید کرنے کے لیے کفار جب انہیں حرم مکہ سے باہر لے جا رہے تھے تو ابو سفیان نے ان سے کہا تمہیں اللہ کی قسم ہے یہ بتاؤ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے اور تمہارے بدلے ہم ان کی گردن مار دیتے؟ سیدنا زیدؓ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں گھر میں آرام سے بیٹھوں اور آپ ﷺ کو کانٹا چبھ جائے۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا میں نے محمد ﷺ کے اصحاب کی طرح کسی شخص کو کسی سے محبت کرتے نہیں دیکھا(۲۳)

اتحاد بین المسالک کے لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت، اطاعت، اتباع اور ادب و تعظیم کو حرزِ جاں بنایا جائے اور عوام میں اس کا درس دیا جائے تاکہ مسلک پرستی کی بجائے اتحادِ امت فروغ پائے۔

صالحینِ امت کا احترام

امت مسلمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے نیک و پاکباز لوگ پیدا کیے ہیں جن کی وجاہت کا ذکر قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (۲۴)

"اور جو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔ اور یہ کتنے ہی اچھے ساتھی ہیں"

صالحینِ امت سے محبت اور ان کا احترام اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو، تو جبرائیل اس بندہ

سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبرائیل آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو، تو آسمان والے اس بندہ سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس بندے کے لیے زمین میں محبت رکھ دی جاتی ہے(۲۵)

اتحاد بین المسالک کا ایک زریں اصول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالحین یعنی اولیائے کرام کی محبت اور تعظیم کی جائے اور عوام میں اس کا درس دیا جائے تا کہ فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو اور اتحادِ امت فروغ پائے۔

دینی و عصری علوم و فنون کا حصول

تعلیم ہر انسان کے لیے بے حد ضروری ہے اور اسی سے انسانیت کو فلاح مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے طلبِ علم کی دعا رسول اللہ ﷺ کو یوں تعلیم فرمائی: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا(۲۶)

"آپ ﷺ دعا کیجیے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما"

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی اولین اسلامی ریاست میں عوام کے تعلیم و تعلم کے لیے عملی اقدامات کیے اور ان کی نگرانی بھی خود فرمائی۔ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معلمِ عمومی مقرر فرمایا۔ مسجد نبوی کے صحن میں صفہ کی علمی و عملی درس گاہ بنوائی جس کا نگران حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ہفتہ میں ایک دن خاص کیا اور اس کے اہتمام کی ذمہ داری ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سونپی۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ: صفہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں نو مساجد میں مدرسے قائم تھے جہاں نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی ریاضی، مبادی طب، علم ہیئت، علمِ انساب اور علمِ تجویدِ قرآن کی تعلیم آں حضرت ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی(۲۷)

عہدِ حاضر میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم و فنون پر دسترس و مہارت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہے۔ موجودہ دور میں انسانی فلاح کے لیے لاعلاج اور مہلک امراض کا جدید سائنسی طریقہ سے علاج دریافت کرنا، ملک و قوم کی حفاظت کے لیے جدید ترین اسلحہ و ایٹمی ہتھیار تیار کرنا اور معاشی حالت بہتر

بنانے کے لیے جدید معاشی طریقوں سے استفادہ کرنا مسلمانوں کی اہم ترین ضرورت ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ علوم فنون پر دسترس ہے۔ اور اس سے اتحادِ امت کی راہ بھی ہموار کی جاسکتی ہے۔

فکری اختلاف کے آداب پر عمل

اسلام نے فکر و دانش پر کوئی قدغن نہیں لگائی ہے۔ مظاہر قدرت پر غور فکر کی دعوت دی ہے اور کائنات کو مسخر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ غور و فکر صاحبانِ علم و فضل کا کام ہے اور انہیں ہی زیب دیتا ہے۔ قرآنِ مجید ایسے لوگوں کو علما اور اولوالامر کے ناموں سے موسوم کرتا ہے۔ جن دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ یہ صاحبانِ علم اولوالامر ہوتے ہیں جو اربابِ دانش اور صائب الرائے کہلاتے ہیں۔ ان کا کام اپنی خداداد بصیرت کو بروئے کار لا کر قوم کو ہر طرح کے بحران سے نکالنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، ملی وحدت کو قائم و متحد رکھنا، قوم میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کرنا اور ملک و ملت کی سلامتی کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ گویا یہ وہ قومی قیادت ہوتی ہے جس کی سوچ قومی و اجتماعی ہوتی ہے۔ اسے اپنے شعبہ اختصاص سے متعلق امور و معاملات کی خوب بصیرت ہوتی ہے۔ یہ قومی سطح پر درپیش مسائل کا ایسا جامع و پائیدار حل تجویز کرتی ہے جس سے پوری قوم امن و عافیت حاصل کر لیتی ہے۔ اس کے پاس اپنے عہد کے مسائل و معاملات کا حل اور مستقبل کے مسائل سے عہدہ برا ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے مسائل و معاملات کے حل کے لیے ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (۲۸)

اور جب ان کے پاس کوئی معاملہ امن یا خوف کا آئے تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، اگر وہ اس معاملہ کو رسول اللہ ﷺ اور اپنے صاحبِ بصیرت لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے تو معاملات کی تہہ تک پہنچ جانے یہ لوگ ضرور اس معاملہ کی حقیقت کو جان لیتے۔

یہ حقیقت ہے کہ قرآن و سنت نے اصولی مباحث کو قطعیت کے ساتھ طئے کر دیا ہے۔ جبکہ فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کو انسانی فہم و شعور پر چھوڑ دیا ہے اور اس معاملہ میں رہنمائی کے لیے قرآن

و سنت کو منبع و مدار قرار دیا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا ہر انسان سے فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں فکری خطا کا شائبہ موجود رہتا ہے۔ اور اسی لیے انسانی فکر و نظر میں غلطی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عظیم اسلاف نے فروعی اور پیش آمدہ مسائل میں رد و قبول کو دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جاری رکھا۔ اسی بابت امام احمد رضا قادریؒ لکھتے ہیں: سلف صالحین و آئمہ دین سے آج تک اہلِ حق کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر شخص کا قول قبول بھی کیا جاتا ہے اور اس کو رد بھی کیا جاتا ہے، ماسوا نبی ﷺ کے(۲۹)۔

مفتی نوراللہ نعیمیؒ فقہائے امت کے درمیان فکری اختلاف کی بابت ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں: حضرت امام اعظمؒ کے محققانہ اقوال و فتاویٰ شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرھما اور اجلہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال و فتاویٰ ہیں، جو ان کے خلاف ہیں جن کی بنا قول صوری و ضروری وغیرہ اصولِ ستہ پر ہے(۳۰)۔

مفتی صاحبؒ پیش آمدہ مسائل میں اختلاف کی بجائے اتفاق کے خواہاں ہیں، آپ لکھتے ہیں: یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد اور منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔۔۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائے کرام محض اللہ تعالیٰ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں(۳۱)۔

علامہ غلام رسول سعیدی اکابرین امت سے فکری اختلاف کی بابت لکھتے ہیں: اکابر کا کوئی قول اگر قرآن مجید اور حدیثِ صحیح کے خلاف ہو تو اصاغر کے لیے یہ جائز ہے کہ اس قول سے اختلاف کریں۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں ان کے قول کو قبول نہ کریں۔ اور اس میں ان کی کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بڑائی کا اظہار ہے(۳۲)۔

اہل علم کی تصریحات کے پیش نظر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ علمی و فکری اختلاف کی روایت بہت قدیم ہے۔ اصاغر نے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اکابر سے دلائل کی روشنی میں ادب کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور حق کو واضح کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔ عصرِ حاضر میں علمی و فکری اختلاف کی بابت تشدد کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ ہر کوئی اپنی رائے کو صائب سمجھتا ہے، اسے منوانا چاہتا ہے اور اپنے ہمنواوں کی

کثیر تعداد کا دعویدار بھی ہے۔ اگر کوئی اس رائے کے خلاف رائے دیدے تو معاملہ ذاتیات تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل نہ تو ہمارے اسلاف کا تھا اور نہ ہی مہذب معاشروں میں اسے پسند کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی و فکری اختلاف ایسے مہذب، مؤدب اور شائستہ انداز سے ہو جو امت کے لیے رحمت کا باعث ہو اور اس اختلاف سے بچنا چاہیے جو امت کے درمیان تفریق کا باعث ہو۔

حقوق و فرائض کی ادائیگی

اسلام نے فضیلتِ آدمیت کے اعتبار سے تمام بنو آدم کو برابر مقام دیا ہے۔ اسلامی معاشرہ کا ہر شہری مساوی انسانی حقوق کا حامل ہے۔ معاشی، قانونی اور معاشرتی اعتبار سے تمام انسان برابر ہیں۔ جس طرح ہر شخص کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح اس کے کچھ فرائض بھی ہیں جن کی ادائیگی پر وہ اللہ تعالی کے ہاں جواب دہ ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس بابت فرمایا:

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته (۴۳)

"غور سے سنو تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اپنی نگہبانی کے متعلق جواب دہ ہے"

دنیاوی امن و سکون اسی وقت بر قرار رہ سکتا ہے جب ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتے۔ معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق محفوظ ہوں اور وہ وہ ان سے لطف اندوز بھی ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو معاشرہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے مسلمانوں میں حقوق و فرائض کی بابت افراط تفریط ہوئی ہے اور فساد بھی پیدا ہوا ہے۔ اور بقول پیر کرم شاہ الازہری اب یہ حالت ہے کہ: ماں باپ اپنی عیش کوشی کے باعث اولاد کی صحیح تربیت سے قاصر ہیں۔ غیر تربیت یافتہ اولاد بڑی ہو کر اپنے والدین کا ادب ملحوظ نہیں رکھتی بلکہ انہیں ایک ناقابل برداشت بوجھ خیال کرتی ہے۔ بڑوں کے دلوں میں چھوٹوں کے لیے رحم اور شفقت نہیں رہی۔ چھوٹوں کی آنکھیں شرم وحیا کے نور سے محروم ہو گئی ہیں اور اپنے سے بڑوں کی پگڑی اچھالنا فیشن بن گیا ہے (۴۴)

اتحاد بین المسالک کے لیے ضروری ہے کہ ہر مسلک اپنے تئیں اسلامی معاشروں میں قرآن و سنت کی روشنی میں حقوق و فرائض کی ادائیگی کا شعور بیدار کرے اور اس بابت عملی اقدامات کا مظاہرہ کرے۔

مستحکم نظام حکومت کا قیام

حضورِ انور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت سے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مثالی و رہنما اسوہ حسنہ فراہم کیا ہے۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں سے ایک اہم ترین نمونہ ریاستِ مدینہ کا قیام اور اس کے متفقہ دستور کی تشکیل ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ تشریف لاتے ہی یہاں کے سماجی و سیاسی حالات کا اپنی خداداد حکمت و بصیرت سے جائزہ لیا۔ شہر مدینہ کے بااثر قبائل اوس و خزرج اوراس کے گرد آباد قبائل اور یہودیوں کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالت کا صحیح اندازہ لگایا۔ آپ ﷺ نے اپنی حکمت سے اوس و خزرج کے مابین تلخی و نفرت کو باہمی محبت میں بدل دیا۔ مسلم مہاجرین کی مدینہ میں آباد کاری کا انتظام مواخات کے ذریعہ کیا۔ مدینہ کے قریب بسنے والے یہود اور دیگر قبائل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بقول محمد حسین ہیکل: آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو ایک جماعت قرار دیا۔ مدینہ کے قبائل اوس، خزرج، بنو حارث، بنو نجار، بنو ساعدہ، بنو حشم، بنو ثعلبہ، بنو جفنہ، بنو شطیبہ، بنو عوف اور یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو امن و سلامتی اور خوشحالی کے ضامن میثاق میں شامل کیا(۳۵)

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انتظامی لحاظ سے اسے چودہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ حکومتی منصب سنبھالنے اور اسے کماحقہ انجام دینے کی اہلیت رکھنے والے صحابہ کرام کو ہی صوبوں کا عامل مقرر فرماتے۔ جن کے فرائضِ منصبی میں اندرونی و بیرونی سرحدوں کی حفاظت، نمازوں کی امامت، عوام کی دینی و عصری تعلیم و تربیت، معیشت کا استحکام اور عوام کا ضروری احتساب شامل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ان عاملین کو ہدایات جاری فرماتے اور بوقت ضرورت انہیں تبدیل یا معزول بھی کردیتے۔ آپ ﷺ نے ریاست اسلامیہ کا نظم ونسق چلانے کے لیے چند مخصوص صحابہ کو مختلف امور میں نگران مقرر کیا ہوا تھا۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعد بن معاذ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، حضرت انیس بن ضحاک اسلمی اور حضرت ابو امامہ باہلی رضوان اللہ علیہم اجمعین (۳۶)۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک اسوہ سے عملی نمونہ یہ ملتا ہے کہ امت مسلمہ کے استحکام کے لیے مستحکم ریاست و نظام حکومت نہایت ضروری ہے۔ اور اتحاد بین المسالک کے لیے بھی مستحکم ریاست اور نظام

حکومت نہایت ضروری ہے تاکہ مختلف مسالک کے لوگ ایک پائیدار نظام حکومت اور قانون کے تحت پر امن زندگی گذار سکیں۔

نتائج

مقالہ کے نتائج حسبِ ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

- امت مسلمہ کی سربلندی اور سرفرازی کی اساس اتحاد و اتفاق ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آج امت مختلف فرقوں میں بٹ چکی ہے اوراس کی تمام خوبیاں اور صلاحیتیں مسدود ہو چکی ہیں اور اقوامِ عالم کے اندر ذلت وخواری کا سامنا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ دینی تعلیمات سے روگردانی اور فرقہ ہرستی ہے۔
- امت کے تمام مسالک و مکاتب فکر اسلام کے بنیادی عقائد و اصول پر متفق ہیں ۔ لیکن فروعی مسائل کی تعبیر و تشریح میں اختلاف اور افراط و تفریط کا معاملہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے مسلکی اختلاف یا فرقہ واریت کو تقویت ملتی ہے اور امت کے اتحاد کو شعوری یا لاشعوری طور پر نقصان پہنچتا ہے۔
- مسلکی و گروہی نظریات کو ثابت کرنے اور مناظرانہ طرز عمل کو فروغ دینے کی خاطر مختلف مسالک سے وابستہ افراد نے نبی کریم ﷺ کی ذات و صفات کو اختلافی انداز میں موضوعِ بحث بنایا اور امت کا شیرازہ بکھیر دیا جس کا نقصان بالخصوص یہ ہوا کہ اسلام دشمن قوتوں نے ناموسِ رسالت ﷺ پر شدید حملے کیے اور تمام امت کو اضطراب میں مبتلا کیا۔
- صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کا تذکرہ قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ میں موجود ہے۔ مگر افسوس کہ مسلکی اور فرقہ وارانہ منافرت کی وجہ سے ان مقدس ہستیوں پر بھی بیجا بحث و تمحیث کی جاتی ہے اور امت کے درمیان اختلاف کی خلیج کو وسعت دی جاتی ہے۔
- فرقہ پرست افراد جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ بغض اور باہمی عناد کی وجہ سے امت میں اختلاف و انتشار پھیلاتے ہیں۔ ان لوگوں کا راہ حق سے انحراف اور الگ الگ فرقوں کا معرض وجود میں آجانا

محض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اکثر وبیشتر اس انتشار وافتراق کا باعث ان کا حسد، عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے۔ وہ اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لیے اپنی الگ جماعت بناتے ہیں اور اس طرح ملت کی وحدت میں نقب لگاتے ہیں۔

سفارشات

- امت مسلمہ کے درمیان اتحاد واتفاق کے لیے مخلصانہ کوشش نہ کی گئی تو اقوامِ عالم کے اندر ذلت و خواری میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ چناچہ مسلم ممالک کے تمام سیاسی ومذہبی قائدین مسلم اتحاد کی مخلصانہ کوشش کریں اور اقوام عالم میں مسلم امت کے وقار کی بحالی یقینی بنانے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔
- قرآن و سنت نے اصولی مباحث کو قطعیت کے ساتھ طئے کر دیا ہے۔ جبکہ فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کو انسانی فہم وشعور پر چھوڑ دیا ہے اور اس معاملہ میں رہنمائی کے لیے قرآن و سنت کو منبع و مدار قرار دیا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا ہر انسان سے فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں فکری خطا کا شائبہ موجود رہتا ہے۔ اور اسی لیے انسانی فکر ونظر میں غلطی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عظیم اسلاف نے فروعی اور پیش آمدہ مسائل میں رد وقبول کو دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جاری رکھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی وفکری اختلاف ایسے مہذب، مؤدب اور شائستہ انداز سے ہو جو امت کے لیے رحمت کا باعث ہو اور اس اختلاف سے بچنا چاہیے جو امت کے درمیان تفریق کا باعث ہو۔
- مسلکی وگروہی نظریات کو ثابت کرنے اور مناظرانہ طرز عمل کو فروغ دینے کی خاطر مختلف مسالک سے وابستہ افراد نے آج بھی نبی کریم ﷺ ، آپ کے صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات و صفات کو اختلافی انداز میں موضوعِ بحث بنایا ہوا ہے۔ چناچہ ایسے تخریبی عناصر کا ہر سطح پر محاسبہ ضروری ہے۔
- فرقہ پرست افراد جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ بغض اور باہمی عناد کی وجہ سے امت میں اختلاف و انتشار پھیلاتے ہیں۔ وہ اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لیے اپنی الگ جماعت بناتے ہیں اور اس طرح

ملت کی وحدت میں نقب لگاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اصلاح یا بیخ کنی کے لیے ریاست و حکومت اور سیاسی و مذہبی قیادت کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

- عہد حاضر میں اتحاد بین المسالک بہت ضروری ہے اور اس کے لیے مستحکم ریاست و نظام حکومت نہایت ضروری ہے تاکہ مختلف مسالک کے لوگ ایک پائیدار نظام حکومت اور قانون کے تحت پر امن زندگی گذار سکیں۔ چنانچہ اسلامی ممالک میں مستحکم نظام حکومت کا پایا جانا بے حد ضروری ہے۔ اس سے اختلاف کو کم کرنے میں مدد ملے گی اور اتحادِ امت کی راہیں کشادہ ہوں گی۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الشوریٰ ۴۲ :۱۴

۲۔ آل عمران ۳ : ۱۰۵

۳۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب: ما ینہیٰ عن التحاسد والتدابر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۹۸ھ، ج۲، ص۸۹۶

۴۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، **تبیان القرآن**، لاہور، ضیاالقرآن پبلیکیشنز، ۲۰۱۲، ج۲، ص ۲۹۰

۵۔ پیر کرم شاہ، محمد، الازہری، **ضیاالقرآن**، لاہور، ضیاالقرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۷، ج۳، ص ۲۵۸

۶۔ البینہ ۹۸:۸

۷۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **السنن**، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۲۰۰۱، ص۵۴۹

۸۔ امام مسلم، مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، المکتبہ الشاملہ، کتاب المناقب، باب: من فضائل علی ابن ابی طالب، رقم ۶۱۰۳

۹۔ الشوریٰ ۴۲: ۱۴

۱۰۔ **ضیاالقرآن**، ج۴، ص۳۶۹۔۳۷۰

۱۱۔ المومنون ۲۳ :۵۳

۱۲۔ **ضیاالقرآن**، ج۳، ص ۲۵۸

۱۳۔ الفاتحہ ۱ :۷

۱۴۔ الحجرات ۴۹: ۱۰

۱۵۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، المکتبہ الشاملہ، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، رقم ۱۰

۱۶۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، المکتبہ الشاملہ، باب: تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، رقم ۲۵۸۵

۱۷۔النساء۴ : ۵۹

۱۸۔ محمد ۴۸ :۳۳

۱۹۔ **تبیان القرآن**، ج۱۱، ص۱۷۵

۲۰۔ آل عمران ۳ :۳۱

۲۱۔ **ضیاالقرآن**، ج۱، ص ۲۲۳

۲۲۔ خفاجی، شہاب الدین، **نسیم الریاض**، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۱ھ، ج۳، ص۳۶۸

۲۳۔ قاضی، عیاض بن موسیٰ، **الشفا**، ملتان، عبدالتواب اکیڈمی، ۱۹۹۰، ج۲، ص۱۸

۲۴۔ النساء۴ :۶۹

۲۵۔ امام بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب: المقۃ من اللہ، ج۲، ص ۸۹۲

۲۶۔ طہ ۲۰ : ۱۱۴

۲۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی**، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۷، ص۱۰۶

۲۸۔ النساء۴ : ۸۳

۲۹۔ امام، احمد رضا قادری، **فتاویٰ رضویہ**، کراچی، مکتبہ رضویہ، ۲۰۰۶، ج۶، ص ۲۸۳

۳۰۔ نعیمی، مفتی نوراللہ، **فتاویٰ نوریہ**، بصیر پور، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، ۲۰۰۳، ج۳، ص۴۶۹

۳۱۔ ایضاً، ج۳، ص ۴۷۰

۳۲۔ **تبیان القرآن**، ج۲، ص۸۰۷

۳۳۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، المکتبہ الشاملہ، باب: الجمعۃ فی القری المدن، رقم ۸۵۳

۳۴۔ **ضیاء القرآن**، ج۳، ص۵۷۹

۳۵۔ محمد حسین ہیکل، **حیاتِ محمد ﷺ**، بک کارنر شوروم، لاہور، ۲۰۱۳، ص ۲۲۴، ۲۲۳

۳۶۔ یٰسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، **عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت**، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۱۹۹۵، ص۲۶-۲۷